Tauseeq, Volume. 4, Issue. 2
ISSN (P) 2790-9271 (E) 2790-928X
DOI: https://doi.org/10.37605/tauseeq.v4i2.58

Received: 28-10-2023
Accepted: 13-11-2023
Published: 31-12-2023

صفدر زیدی کے ناول "بنت داہر" کا تجزیاتی مطالعہ

Analytical study of Safdar Zaidi's Novel "Bint-i-Dahir"

ڈاکٹر سمیرا اکبر *

ڈاکٹر عبدالعزیز ملک **

ڈاکٹر رابعہ سرفراز ***

Abstract:

Bint-i-Dahir is latest and famous novel of Safdar Zaidi. Safdar Zaidi is a contemporary novel writer settled in Holand. Bint-i-Dahir is his 3rd novel that is a historical novel. The Locale of this novel is ancient Sindh. In this Novel writer present the history of Sindh with a different perspective. In this novel he depicted the occupation of Sindh by Muslisms (Arabs) was an imperial act. He denies the verifiable occurrence as per which Hajjaj container Yusuf assault in Sindh on the voice of a Bedouin lady who was caught by Sindhi privateers. As per the writer, the primary justification for going after Sindh was more monetary than religious. In the novel, Hajjaj receptacle Yusuf shows up as a horrible and harsh head ruler. Maharaja Dahar is portrayed as a bold, gallant, edified and generous ruler. Receptacle Qasim is a youthful armed force

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد۔

** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد۔

*** ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد۔

commandant who is a loving and delicate individual; he is by all accounts went against to low mistreatment of persecuted and vanquished countries. Raj kumari Surya is the primary character of the Novel. She is Rajkumari and the elder girl of MahaRaja Dahar, she is a courageous, instructed, Cognizant and bold woman. The Raj Kumari is seen addressing and discussing each religion yet not against the adherents of any religion. She has confidence in discourse. The plot of the novel is not very complicated and the procedure is near the method of darma.

Keywords: Sindh, Bint-i-Dahir, Rajkumari, Muhammad bin Qasim, Novel, Urdu, Narrative, Hajjaj bin Yousuf, colonialism, Islam, Hinduism

ناول "بنت داہر "صفدر زیدی کا حالیہ اور معروف ناول ہے۔ یہ ناول گذشتہ برس 2022 میں عکس پبلی کیشنز، لاہور سے شائع ہوا۔ اس سے قبل صفدر زیدی کے دو ناول " چینی جو میٹھی نہ تھی" اور "بھاگ بھری" شائع ہو چکے ہیں جو نو آبادیاتی حوالے سے خاصے اہم ناول ہیں۔ دونوں ناولوں میں برطانوی حکومت کی استعماری ہتھکنڈوں اور مقامی آبادی کے استحصال کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ نو آبادیاتی سلسلے کی ہی ایک کڑی ناول "بنت داہر " بھی ہے۔ لیکن اس میں ناول نگار نے برصغیر پاک وہند پر برطانوی تسلط کی بجائے عرب تسلط کو موضوع بنایا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ:

> " سندھ پر عربوں کا قبضہ جس کو تیرہ سو سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا، ایک سامراجی عمل تھا اور ہمارے لوگوں کی اکثریت جو ان بیرونی حملہ آوروں کی تقدس اور احترام کی نظر سے دیکھتی ہے انہیں اپنے طرزِ فکر پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔"(۱)

"بنت داہر "ایک تاریخی ناول ہے۔ اردو میں تاریخی ناول نگاری کا آغاز عبدالحلیم شرر کے ناولوں سے ہوتا ہے۔ تاریخی ناول نگاری کے بارے میں ڈاکٹر محمد شاکر "اردو میں تاریخی ناول نگاری (آزادی سے قبل اور آزادی کے بعد)" میں لکھتے ہیں:

> " اردو میں تاریخی ناولوں کا پس منظر تواریخ اسلام ہیں اور تواریخ سے متعلق ان کا نقطہ نظر بھی مشرقی ہے۔ بیشتر ناولوں کی بنیاد یہی ہے۔۔۔ ان تاریخی ناولوں کے مطالعہ و تجزیہ سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ بہت کم تاریخی ناول سنجیدگی اور متانت کے ساتھ لکھے گئے ہیں ورنہ بیشتر جذبات کے سیلاب کی نذر ہو گئے ہیں۔ یا تاریخی واقعات کی پیش کش میں تخیل و اختراع کا زیادہ دخل ہے جنہیں تاریخی ناول کا منصب نہیں دیا جا سکتا۔"(2)

ناول "بنت داہر" ایسے تاریخی ناولوں سے خاصا منفرد ہے۔ نا تو اس ناول میں مذہبی عقیدت اور اسلامک ٹچ دیکھنے کو ملتا ہے اور نہ ہی یہ ناول جذباتی اور غیر منطقی انداز میں تحریر کیا گیا ہے۔ اس ناول کی ایک یہ بھی خصوصیت ہے کہ اس میں تاریخ کو زبردستی اور خشک انداز میں بیان کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ بقول خالد فتح محمد:

"اس ناول میں بہ راہ راست تاریخ بیان نہیں کی گئی بلکہ ایسا کرنے کے لیے کرداروں کا سہارا لیا گیا ہے جو مناسب بھی لگا ہے۔"(3)

"بنت داہر" کا آغاز 708 عیسوی میں عرب کے خطے میں مسلمانوں کے خلیفہ "الولید" کے محل سرا کے منظر سے ہوتا ہے، جہاں ایک غیر معمولی اجلاس جاری ہے جس میں کئی عہدے داروں کو ان کے عہدوں سے معزول کرنے، قید کرنے اور دیگر سزائوں کے احکامات سنائے جا رہے ہیں۔ اجلاس کے خاتمے پر خلیفہ وقت، بصرہ و خراسان کے گورنر حجاج بن یوسف ثقفی کو ٹھہرنے کا حکم دیتا ہے اور اس سے باغی عطیہ بن عوف کے بارے میں معلوم کرتا ہے وہ چاہتا ہے کہ اس باغی کو بھی عبد اللہ بن زبیر کی طرح بے رحمی سے کچلنا چاہتا ہے جو خلیفہ کے توسیع پسندانہ عزائم مترشح کرتا ہے۔ حجاج بن یوسف اس موقع پر کہتا ہے:

"خلافت کو مزید فتوحات کی ضرورت ہے۔ کشور کشائی ہی خالی ہوتے ہوئے بیت المال کو بھر سکتی ہے۔ فتوحات اور نئی مہم جوئیاں ہی پژمردہ افواج میں نئے ولولے جگا سکتی ہے۔ نئی اقوام پر غلبہ ہی ہمارے جانباز سپاہیوں کی ہمتوں کو مہمیز دے سکتا ہے۔ ان کی تلواروں کو کفار، مشرکین و ملحدین کے لہو سے غسل دے کر نئی آب و تاب دینا ہوگی۔"(4)

سندھ کا حکمران راجا داہر ہے۔ راجا ایک بہادر، ہمدرد اور رعایا دوست حکمران ہے جو ہمہ وقت اپنے عوام کی فلاح و بہبود کے ساتھ ساتھ دوسرے علاقوں سے آنے والے غیر ملکیوں کو بھی کھلے دل سے خوش آمدید کہتے ہوئے اپنی ریاست میں پناہ دیتا ہے۔ اس کی رحمدل طبیعت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے حجاج بن یوسف عرب جاسوسوں کو پناہ گزینوں کے روپ میں سندھ دھرتی پر اتارتا ہے اور ان جاسوسوں کی بھیجی ہوئی خبروں اور اطلاعات کی روشنی میں سندھ پر حملہ کرنے کی منصوبہ بندی اور حکمت عملی تیار کرتا ہے۔ ناول میں اس معروف تاریخی واقعے کی تردید کی گئی ہے جس کی رو سے حجاج ایک عرب خاتون کی پکار پر سندھ دیش پر لشکر کشی کے لیے تیار ہوا تھا جسے سندھ کے بحری قزاقوں نے اغوا کر لیا تھا۔

اس واقعے کو سندھ کے معروف نیشنلسٹ جی ایم سید بھی غلط قرار دیتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ ایک بار انہوں ے حملہ ایک عرب خاتون کی پکار پر کیا تو باقی تیرہ حملوں کا کیا جواز تھا۔ سندھ پر حملے کی کہانی کوئی اور ہے۔ ناول نگار کے نزدیک سندھ پر حملہ کرنے کی بڑی وجہ مذہبی سے زیادہ اقتصادی تھی:

"ہمارے جاسوسوں کی اطلاعات کے مطابق سندھ کے بت کدوں میں بے پناہ سونا موجود ہے۔ سندھ کے لوگ اپنے جھوٹے خدائوں پر جی کھول کر سونا چڑھاتے ہیں۔اس سونے کے علاوہ سندھ کی فتح کے بعد وہاں سے جو غلام اور کنیزیں ہاتھ آئیں گی ان کی بے پناہ قیمت کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔"(5)

ایک اور مقام پر حجاج بن یوسف کے الفاظ یہ ہیں:

" سندھ کے کپڑے اور لوہے کی صنعت اور مصالحوں کی سرزمین تک رسائی سے خلافت کی معاشی مشکلات ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں گی۔" (6)

یہی بیانیہ ہمیں بیسویں صدی کی چھٹی دہائی میں سندھی کے قوم پرستوں کے ہاں بھی شدت سے نظر آتا ہے اور سندھی قوم پرست اسی بیانیہ کی بنیاد پر اپنا ہیرو محمد بن قاسم کی بجائے راجا داہر کو تسلیم کرتے ہیں۔ان کا کہنا ہے کہ سندھ کی تاریخ کا قدیم ترین دستیاب ماخذ "فتح نامہ چچ نامہ" ہے اور سندھ کی یہ تاریخ عرب حکمرانوں نے خود تصنیف کرائی۔اور حکمرانوں کی تصنیف کردہ تاریخ کے بارے میں ناول میں "بنت داہر" کہتی ہیں:

"تاریخ تو ایک داشتہ ہوتی ہے جو طاقتور کے اشارے پر اُس کی مرضی کا رقص کرتی ہے۔"(7)

پاکستان کے معروف تاریخ دان ڈاکٹر مبارک علی بھی اپنی کتاب "تاریخ سندھ، عرب دور حکومت میں" میں لکھتے ہیں:

"تاریخی مواد کے سلسلے میں عرب دور کی حالت بھی کچھ اچھی نہیں ہے۔ چچ نامہ وہ واحد ماخذ ہے جو اس عہد کے بارے میں تفصیلی مواد پیش کرتا ہے۔چونکہ یہ کتاب عرب نقطہ نظر کو پیش کرتی ہے اس لیے اس میں بعض روایات واقعات کو مسخ کر کے پیش کیا گیا ہے جس کی وجہ سے آنے والے مورخین برابر گمراہ ہو رہے ہیں اور سندھ کی تاریخ کو غلط انداز میں پیش کر رہے ہیں۔"(8)

۴ مئی ۲۰۲۰ میں پاکستانی ٹویٹر پر ہیش ٹیگ "RajaDahirIsNationalHero#" شروع ہوا جو ٹاپ ٹرینڈ بن گیا۔ یہ ہیش ٹیگ سرمد لغاری نامی ایک صارف کی جانب سے ٹویٹ کیا گیا جس میں لکھا تھا:

"دوستوں، کل کے لیے تیار ہو جائو اور انھیں بتادو کہ راجا داہر ہمارا قومی ہیرو ہے نا کہ محمد بن قاسم"(9)

معروف سندھی سکالر اور سیاست دان جی ایم سید کی کتاب "سندھ کے سورما" میں بھی کچھ ایسے ہی خیالات ملتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ عرب سندھ میں مذہبی کی بجائے سامراجی عزائم لے کر آئے۔ان عزائم کو عملی جامہ پہنانے کے لیے عرب حاکموں نے طاقت اور تشدد کا بے دریغ استعمال کیا۔ ناول میں حجاج بن یوسف ایک ظالم و جابر منتظم اور حکمران کے روپ میں نظر آتا ہے۔وہ فارس میں عطیہ بن عوف کی سربراہی میں سر اٹھانے والی شورش کو سفاکی اور بے رحمی سے کچلنے کا حکم دیتے ہوئے کہتے ہیں:

"ابوہشام! اب عطیہ بن عوف کو مزید ڈھیل دینے کی ضرورت نہیں۔ اب اس سانپ کو قابو کرنے اور اس کے سنپولوں کو ہمیشہ کے لیے کچل دینے کا وقت آگیا ہے۔ وقت آگیا ہے کہ فارس کے بچوں کی مائیں روتے ہوئے بچوں کو یہ کہہ کر خاموش کروائیں کہ چپ ہو جاؤ ورنہ حجاج آجائے گا۔"(10)

حجاج خوف اور تشدد کے ذریعے اپنی حکومت کو مضبوط و مستحکم کرنے کا حامی ہے۔ سندھ فتح ہو جانے کے بعد وہ بن قاسم کے نام خط تحریر کر کے اسے کچھ یوں ہدایات دیتا ہے:

"سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہر وہ علاقہ جو عملداری میں آجائے وہاں پہلے وہاں خوف و دہشت کا بازار گرم کر دو۔ اس کے بعد وہاں کے بڑے زمینداروں کو مراعات بحال کرنے کا لالچ دے کر ان کو اطاعت پر مجبور کر دو۔ جو زمیندار اطاعت کرنے پر تیار نہ ہوں اس کا سر قلم کر دو، اس کے خاندان کو اس کے گھر میں جلا کر بھسم کر دو اور جائیداد ضبط کر لو۔"(11)

سندھ فتح کر لینے کے بعد اقتدار اور طاقت کے حصول کی یہ جنگ ختم نہیں ہوتی بلکہ شاطر حجاج خلافت کو بنو امیہ کی بجائے اپنے خاندان میں منتقل کرنے کی سازش کرتا ہے۔ راستے کی رکاوٹ خلیفہ کو ختم کرنے کے لیے ایک ماہر زہریات کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں اور حجاج، عمر ثقفی سے کہتا ہے:

"جیسے ہی خلیفہ کی روح کو آزادی ملے، ولی عہد کی روح کو اس کے جسم سے فی الفور آزادی دلوانا تمہاری ذمہ داری ہوگی۔ خلیفہ اور ولی عہد کی موت کا اعلان ہوتے ہی دمشق کی گلی کوچے ہمارے وفادار سپاہیوں سے اٹ جائیں گے اور خلیفہ کا محل بنی ثقیف کے مخلص سپاہیوں کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے لرز اٹھے گا۔"(12)

ادھر ولی عہد کو حجاج کی اس سازش کی بھنک پڑ جاتی ہے اور وہ خلیفہ کو اس بابت آگاہ کرتے ہیں۔ خلیفہ حجاج کو طلب کرتے ہیں اور اسے زہر بھری انجیریں کھلا دی جاتی ہیں۔ محل سے نکلنے کے بعد حجاج کی حالت غیر ہونے لگتی ہے۔ وہ حجاج جو انتہا درجے کا سفاک تھا مرتے ہوئے اسے اپنی غلطیوں کو احساس ہوتا ہے اور وہ دردناک انجام کو پہنچتا ہے۔ مرتے ہوئے وہ اپنے چہرے کو پیٹتے اور داڑھی کو نوچتے ہوئے کہتا ہے:

"لعنت ہو مجھ پر تا قیامت لعنت ہو جس نے خلیفہ کی خوشنودی کی خاطر کعبے کی حرمت کا بھی لحاظ نہ کیا۔ ہائے مجھ مسلمان سے تو میرے بت پرست دادا پردادا اچھے تھے جو کعبے میں کبھی بھی اپنی تلواروں کے بے نیام نہیں کرتے تھے۔ تف ہو میری زندگی پر کہ میں نے اپنے نبی کے شہر کی عورتوں کو اپنے سپاہیوں پر حلال کر دیا۔ وائے ہو مجھ پر میں کتنا لعنتی ہوں جس نے نبی کے شہر میں خون کے دریا بہا دیے تھے۔"(13)

مہاراجہ داہر کو ناول میں ایک بہادر، جری، شجاع، روشن خیال اور انسان دوست حکمران کے طور پر دکھایا گیا ہے وہ اپنی مہارانی اور دو بیٹیوں کے ساتھ محل میں رہتا ہے۔وہ اپنی بیٹیوں سے بہت محبت کرتا ہے اور ان کی تعلیم و تربیت پر بہت توجہ دیتا ہے یہاں تک کہ اس کی بڑی بیٹی سوریا کو راج کماری کا درجہ حاصل ہے اور وہ امور سلطنت میں اپنے باپ کی معاون ہے۔راجا داہر چچ کے سب سے چھوٹے بیٹے ہیں اور سندھ کے آخری برہمن حکمران ہیں۔ناول میں وہ ایک ایسے حکمران کے طور پر نظر آتے ہیں جس کے دور میں سندھ میں ہر طرف امن اور خوشحالی کا دور دورہ ہے۔مذہبی رواداری اور انسان دوستی اس عہد کی نمایاں خصوصیات ہیں جہاں ہر مذہب سے تعلق رکھنے والوں کو اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزارنے کی کھلی آزادی ہے۔مہاراجہ ایک دن دربار میں ایک جین مت کے ماننے والے سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں:

> "یہ دیس کسی ایک دھرم کے ماننے والوں کا نہیں ہے۔ہم نے تو یہاں عرب سے بھاگ کر پناہ لینے والے یہودیوں، خلافت کی بھینٹ چڑھنے والے محمد صاحب کے رشتہ داروں، حکومت مخالف عربوں اور فارسیوں کو بھی برابر حقوق دیے ہیں۔جینی تو پھر بھی سندھ کے عظیم سپوت مہاویر کے ماننے والے ہیں۔"(14)

راجا داہر نے اپنے مذہبی مشیر راج گرو کو غیر مذہب لوگوں کو اپنے مذہب سناتن دھرم میں زبردستی داخل کرنے کے الزام میں اس کے عہدے سے برطرف کر دیتا ہے اور اپنے کاتب سے یہ دستاویز لکھواتا ہے:

> "آج سے راج گرو کا عہدہ ختم کیا جاتا ہے۔آج کے بعد سے سندھ کا کوئی راجا اس عہدے پر کسی کو نہیں رکھے گا۔اگر دربار یا ریاست کا کوئی بھی عہدیدار کسی بھی دھرم کے پرچار میں ملوث پایا گیا تو اس پر حدود سے تجاوز کرنے کے الزام میں مقدمہ چلایا جائے گا۔میں اپنے بدھ اور جین بھائیوں سے شما چاہتا ہوں کہ انہیں دکھ پہنچا۔"(15)

راجا داہر سادات کی بہت عزت کرتا ہے اس کے دل میں آل نبی ﷺ کے لیے ایک نرم گوشہ اور عقیدت ہے۔جب عربوں کی پیش قدمی کو دیکھتے ہوئے راجا داہر اپنی افواج کو منظم کرنا شروع کرتا ہے تو محمد بن علافی اور کچھ سادات عرب نوجوان فوج میں شامل ہو کر سندھ کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں اس پر راجا داہر نے محمد بن علافی سے کہتا ہے:

> "ہم کسی بھی صورت میں یہ قبول کرنے کو تیار نہیں کہ کسی سید کا خون سندھ کی دھرتی پر گرے۔یہ مظلوم ہیں۔ان کے دودھ پیتے بچوں تک کے خون کو افواج بنو امیہ نے معاف نہیں کیا تھا۔ہم نہیں چاہتے کہ جس سید خانوادے کو ہمارے باپ چچ نے پناہ دی تھی اور ان کے نقش قدم پر ہم نے پناہ دی تھی، ان سیدوں کی ناموس کو ایک بار پھر سے گرفتار کر کے دمشق کے دربار میں پیش کیا جائے۔سندھو دیش میں سیدوں کو پناہ ہے۔ان کی طرف ہتھیاروں کا رخ ہمیں منظور نہیں۔" (16)

جنگ سے پہلے راجا داہر، راجکماری کو سید خانوادے کی حفاظت کی تاکید کرتے ہوئے ہدایات دیتا ہے کہ:

"حالات اگر قابو سے باہر ہو جائیں تو آپ کی ذمہ داری ہو گی کہ سید خانوادے کو بحفاظت گجرات روانہ کر دیں۔ وہاں کے حسینی برہمنوں نے ہم سے کئی بار بنتی کی ہے کہ ہم سید گھرانہ گجرات بھیج دیں لیکن ہم نے ان کو سندھ کا مہمان رکھنے میں ہی سعادت سمجھی۔ وقت پڑنے پر گجرات کے راجا سیدوں کا اسی طرح استقبال کریں گے جیسے آپ کے دادا مہاراجہ چچ نے کیا تھا۔"(17)

راجا داہر کی طرح اس کا پورا گھرانا بھی اپنی رعایا سے محبت کرنے والا اور ان کا خیال رکھنے والا ہے۔ جنگ میں شکست اور راجا داہر کے قتل کی خبر پر مہاراجہ کے دیوان نے مہارانی کو پری محل سمیت ملتان محفوظ مقام کی طرف منتقل کرنا چاہا تو مہارانی نے انکار کرتے ہوئے کہا:

" آپ اگر ہمیں اور پری مل کو حفاظت سے ملتان پہنچا بھی دیں تو اس محل میں اور بھی عورتیں ہیں۔ اروڑ شہر کی ساری عورتیں خطرے میں ہیں۔ ہمیں اپنی بیٹی کے ساتھ اس طرح جان بچا کر بھاگنا شوبھا نہیں دیتا۔ ہم یہ کیسے گوارا کرلیں کہ خود تو کسی محفوظ مقام پر پہنچ جائیں اور فاتح لشکر محل میں موجود عورتوں کو بھیڑیوں کی طرح بھنبھوڑ ڈالے۔"(18)

محفوظ مقام کی طرف جانے کی بجائے مہارانی نے محل کی تمام عورتوں کے ساتھ مل کر آگ میں جل کر مرنا پسند کیا۔

بنت داہر" کا ایک کردار محمد بن قاسم ثقفی ہے جو حجاج بن یوسف کا یتیم بھتیجا ہے۔ حجاج ہی اس کی پرورش کرتا ہے اور تیرہ سال کی کم سنی میں اسے میدان جنگ میں بھیج کر اپنے ایک قابل فوجی افسر ابو یزید کو اس کی فوجی تربیت پر مامور کرتا ہے۔ ابو یزید حیران ہو کر محمد بن قاسم کی کم عمری کے بارے میں بات کرتا ہے تو حجاج جواب دیتا ہے:

"تمہیں والئی بصرہ و خراسان نے حکم دیا ہے، مشورہ نہیں طلب کیا۔ اگر بن قاسم کے بازو ابھی ناتواں ہیں تو ان کو توانا بنانا تمہاری ذمہ داری ہے۔ اگر وہ فن سپہ گری سے ابھی ناواقف ہے تو اسے اس فن میں یکتا کرنا تمہارا فرض ہے اور اگر دمشق کے لوہار بھاری تلواریں ڈھال سکتے ہیں تو وہ ہلکی تلواریں بھی تیار کر سکتے ہیں۔"(19)

بن قاسم کو تیرہ سال کی کم عمری میں والئی فارس مقرر کر دیا جاتا ہے۔ بن قاسم کی شخصیت اور کردار کو دیکھیں تو وہ اپنے لشکر کے دوسرے لوگوں سے قدرے مختلف ہے۔ وہ ایک نرم دل اور حساس انسان ہے، وہ مظلوموں اور مفتوح اقوام پر بے جا ظلم و ستم کی مخالفت کرتا نظر آتا ہے۔ جب اسے عطیہ بن عوف کی سرکشی کو کچلنے کے بعد ملنے لگنے والی کنیزیں فراہم کی گئیں تو ان خواتین کی رحم کی درخواست پر وہ کہتا ہے:

" میرے خیال میں کسی بھی عورت کو حاکمیت کی طاقت کے تحت ہم بستری پر مجبور کرنا مردانگی نہیں" (20)

ایک اور موقع پر بن قاسم اپنے سپاہیوں کو مال غنیمت میں ملی ہوئی عورتوں کے ساتھ بہیمانہ سلوک پر افسوس کرتے ہوئے کہتا ہے:

" میری افواج کے سپاہی مال غنیمت میں ملی ہوئی عورتوں پر ایسے چڑھ دوڑتے ہیں جیسی کئی روز کے بھوکے بھیڑیے اپنے شکار کو بھنبھوڑتے ہوں۔ میری ماں، اللہ اس کی روح پر تا قیامت اپنے نور کی بارش کرے۔ وہ کہتی تھی، عورت کو محبت کرنے کے لیے خلق کیا گیا ہے۔ عربوں کی قدیم شاعری عورت اور مرد کی محبت سے بھری پڑی ہے، لیکن اس عرب سماج کو نہ جانے کیا ہو گیا ہے کہ وہ وحشت و بربریت کے راستے پر چل پڑے ہیں۔"(21)

اب تک سندھ کی معروف تواریخ اور اردو ادب میں بن قاسم کو ایک بہادر، جری اور جنگجو سپہ سالار کی طرح پیش کیا گیا ہے لیکن "بنت داہر" میں بن قاسم کو جنگ اور تشدد سے نفرت کرتے دکھایا گیا ہے۔ ناول میں ایک موقع پر وہ کہتا ہے:

"یوں تو شراب کو اُم الخبائث کہا گیا ہے لیکن در حقیقت جنگیں ہی اُم الخبائث ہیں۔"(22)

بن قاسم جنگ کا حامی نہیں لیکن وہ اپنے چچا کے احسانات کی وجہ سے اس کی حکم عدولی نہیں کرنا چاہتا اس لیے اس کا ہر حکم بلا چون و چرا مانتا چلا جاتا ہے:

" خدا رحمت کرے میرے چچا حجاج بن یوسف پر، جنہوں نے مجھ یتیم کو ماں اور باپ بن کر پالا۔ انہوں نے مجھے کیوں فوجی افسر بنا دیا؟ میں تو شعر کہنا چاہتا ہوں۔ یہ ہاتھ قلم پکڑنا چاہتے تھے لیکن ان میں تلوار پکڑا دی گئی ہے۔"(23)

بن قاسم بنیادی طور پر انسان دوست اور محبت کرنے والا انسان ہے۔ سندھ کو فتح کر لینے کے بعد جب راجکماری کو دیگر قیدیوں کے ساتھ دمشق بھیجے جانے سے قبل دربار میں پیش کیا جاتا ہے تو نوخیز بن قاسم اس کی بہادری اور پر اثر شخصیت کی وجہ سے اس کی محبت میں گرفتار ہو جاتا ہے اور اپنے فوجی جنرل سے کہتا ہے:

"کیا آپ کوئی ایسی صورت نکال سکتے ہیں کہ راجکماری بنت داہر کو دمشق نہ بھیجا جائے۔"(24)

وہ راجکماری سے محبت کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے:

"جب میں نے آپ کو فوجی لباس میں گھائل، اپنے سپاہیوں کے نرغے میں ایک قیدی کے طور پر دیکھا تھا تو اس وقت خون صرف آپ کے ہی زخموں سے نہیں بہہ رہا تھا بلکہ ایک تیر میرے دل کو بھی زخمی کر گیا تھا۔ آپ کے زخم تو شاید بھر چکے ہیں لیکن میرے دل پر لگا ہوا زخم اب بھی ہرا ہے۔ اس سے دن رات خون رستا ہے۔ آپ میرے دل و دماغ پر اس شدت سے چھائی ہوئی ہیں کہ جب بھی حکومتی امور کے اجلاس میں ہوتا

ہوں تب بھی آپ کے متعلق سوچتا رہتا ہوں۔ کوشش کرتا ہوں کہ حکومتی اجلاس کو جلد از جلد ختم کر کے آپ کا قرب حاصل کروں۔"(25)

بنت داہر یعنی راج کماری سوریا ناول کا مرکزی کردار ہے۔ وہ راجا داہر کی بڑی بیٹی ہے، جو بہت سے علوم وفنون میں طاق ہے۔ راج کماری سوریا مختلف مذاہب کا علم رکھتی ہے اور دربار میں مختلف مذاہب کے علما کے ساتھ مکالمہ کرتی رہتی ہے۔ پارسی علما اور مسلمانوں کے مابین حضرت محمد ﷺ کے واقعہ معراج اور آسمانی سفر پر بحث کے دوران پارسی علما کا کہنا تھا کہ یہ واقعہ زرتشتوں کی مقدس کتاب سے ماخوذ ہے کیونکہ ان کے اوتار نے بھی اسی طرح آسمانی سفر کیا تھا۔ اس پر راج کماری کہتی ہے:

" میں نے بہت سے مذاہب کا مطالعہ کیا ہے۔ بہت سارے مذاہب کے علما کے ساتھ تبادلہ خیال کیا اور اس نتیجہ پر پہنچی ہوں کہ نئے مذاہب قدیم مذاہب سے ضرور کچھ نہ کچھ سیکھتے ہیں۔ اب مسلمانوں کا طریقہ عبادت کو ہی دیکھ لیں۔ یہ معمولی سی تبدیلی کے ساتھ وہ ہی طریقہ ہے جیسے اوتار زرتشت کے ماننے والوں میں مروج ہے۔"(26)

راجکماری ہر مذہب پر سوال اٹھاتی اور بحث ومباحثہ کرتی نظر آتی ہیں لیکن کسی بھی مذہب کے ماننے والے کے خلاف نہیں ہے۔ وہ مکالمے کی قائل ہے، ایک بار دربار میں مختلف مذاہب کے علما سے خطاب کرتے ہوئے راجکماری کہتی ہے:

" یہ ضروری نہیں کہ آپ سب کسی ایک نکتے پر متفق بھی ہوں، بس جو بات عقل وشعور میں بیٹھ جائے اسے مان لیں۔ جو طریقہ من کو بھا جائے اس کے مطابق اپنے پسندیدہ خدا یا بھگوان کی عبادت کر لیں اور جسے کوئی خدا کوئی دھرم پسند نہ آئے وہ مراقبہ کر کے سکون حاصل کر لے، جیسے بُدھ نے کیا تھا۔ بس یہی ہمارے سندھ کی پرم پرا ہے۔ سوچنے کی آزادی۔۔۔ دھرم کی آزادی۔"(27)

راجکماری کے ان افکار کی وجہ سے لوگوں بالخصوص راج گرو کا خیال تھا کہ راج کماری ملحد ہو چکی ہے۔ زرتشی اور مسلمان پناہ گزینوں کی صحبت نے اس کے دل سے پرانوں اور ویدوں کا یقین ختم کر دیا ہے۔ راجکماری سوریا ایک بہادر اور نڈر خاتون ہے۔ وہ سپاہیوں کے شانہ بشانہ جنگ میں شرکت کرتی ہے۔ کئی عرب سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتارتی ہے۔ شکست کے بعد جب اسے بن قاسم کے دربار میں پیش کیا جاتا ہے تو اس نے ڈرے سہمے بغیر کمال جرات سے خطاب کرتے ہوئے کہتی ہے:

"میں تمہارا احترام کیوں کروں؟ تم اور تمہارا لشکر غاصب ہے جس نے ایک پُر امن قوم پر جارحیت کی ہے۔ ۔۔ تم اور تمہارا لشکر ہمارے تمام خانوادے کا قاتل ہے۔ میں قاتلوں کا احترام کیوں کروں؟۔۔۔ جس وقت میں نے تمہارے ایک افسر کو قتل کیا تھا اس وقت تم گھوڑے پر سوار بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے تم کو ایک بے ضرر سا لڑکا سمجھ کر چھوڑ دیا تھا جو شاید اپنے باپ کے ساتھ جنگ کا نظارہ دیکھنے آیا ہو۔ اگر میرے علم میں

ہو تا کہ تمہیں میرے پتا کے سنگھاسن پر بٹھانے کے لیے لایا گیا ہے تو میں اس وقت بآسانی تمہارا سر تن سے جدا کر سکتی تھی۔ تمہاری زندگی میری رحم دلی کی وجہ سے بچی ہے۔ جہاں تم بیٹھے ہو یہ جگہ میرا منصب ہے۔ میں تم سے کہوں گی کہ جتنا سونا لوٹ سکتے ہو لوٹ لو۔ اپنی کشتیوں کو سونے سے لاد کر سندھ سے نکل جائو۔ ہماری زمین ہمیں واپس کر دو۔ ہماری تمہاری دشمنی ختم۔"(28)

بن قاسم جواب دیتا ہے کہ ہم اپنی بہادری اور جنگی حکمت عملی کی وجہ سے سندھ فتح کر چکے ہیں اب سندھ خلافت بنو امیہ کا حصہ ہے۔اس پر راجکماری بڑی بہادری سے دربار میں موجود راج گرو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتی ہے:

" تم لوگوں نے سندھ پر اپنی بہادری سے نہیں ان جیسے غداروں کے تعاون سے غلبہ حاصل کیا ہے، غیر مسلح اور غیر فوجی شہروں پر آگ برسائی ہے۔ جنگی اخلاق تو تمہارے لشکر کو چھو کر بھی نہیں گزرا۔"(29)

راجکماری حالات اور مشکلات سے ہار ماننے والی نہیں۔ وہ بن قاسم کو استعمال کر کے کسی نہ کسی طرح محل سے فرار ہونا چاہتی ہے یوں وہ عربوں کے خلاف مزاحمت کو منتظم کر کے اپنا کھویا ہوا تخت و تاج واپس لینا چاہتی ہے۔ راجکماری یوگا کی بھی مشقیں کرتی ہے اور اپنا گیان وقتاً فوقتاً کم سن بن قاسم کو بانٹتی دکھائی دیتی ہے۔ جب بن قاسم سندھ پر حملہ کرنے کی وجہ اس خطے کو بت پرستی سے نجات دلانا اور اسلام کا نام روشن کرنا بتاتا ہے تو راجکماری کہتی ہے کہ تمہیں پتا ہے کہ:

" سناتن دھرم کے ماننے والے تو یہاں کم ہی ہیں اور وہ سب بھی بتوں کو نہیں پوجتے۔ یہ جو بدھ کے مندروں میں اس کی مورتیاں ہیں وہ پرستش کے لیے نہیں بلکہ ان کی تعظیم میں ان کے چاہنے والوں نے رکھی ہیں۔ عظیم بدھ تو اس بات کے خلاف تھے کہ مہان انسان کسی کی عبادت کرے۔ جب وہ خود خدا کو نہیں مانتے تھے تو ان کے معبد میں کسی مورتی پوجا کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اب رہی بات ہندوئوں کے مندر میں بتوں کو پوجنے کی تو وہ بھی دراصل ایک خدائے واحد جسے ہم ایشور کہتے ہیں، کو ہی مانتے ہیں۔ مندر میں موجود مورتیاں بھی دراصل اپنے پجاریوں کو دھیان کے ذریعہ ایشور تک ہی لے جاتی ہیں۔"(30)

پھر وہ بن قاسم سے پوچھتی ہے کہ فارس جس کے تم گورنر رہے وہاں کے لوگوں کا مذہب کیا ہے بن قاسم نے بتایا کہ وہ لوگ خدائے واحد کی بجائے آگ کی پرستش کرتے ہیں۔ اس پر راجکماری نے کہتی ہے:

" فارسیوں کی قدیم کتابوں کے مطابق ان کا خدا جسے وہ " اہورامزدہ" کے نام سے جانتے ہیں وہ واحد اور لاشریک ہے۔ نہ کوئی اس کا باپ ہے اور نہ کوئی ماں۔ نہ اس کا کوئی آغاز ہے اور نہ ہی کوئی انجام۔ اب تم خود سوچو کیا یہ بالکل قرآن کی سورۃ الاخلاص جیسی بات نہیں۔۔۔ وہ آگ کی تعظیم کرتے ہیں پرستش نہیں

۔۔تم کو یہ بھی معلوم نہ ہو گا کہ ان کے آتش کدوں میں پانچ وقت کی عبادت، قیام، رکوع اور سجدے کے ساتھ ہوتی تھی، بالکل ایسے جیسے تمہارے پیغمبر نماز قائم کرتے تھے۔"(31)

صفدر زیدی، راجکماری کے ذریعے اس بیانیے کو تقویت پہنچاتا ہے کہ جنگیں بالخصوص عربوں کی جنگیں اسلام کو پھیلانے سے زیادہ طاقت اور دولت کے حصول کے لیے تھیں جس کے لیے انہوں نے اسلام کی تعلیمات اور جنگی اخلاقیات کو بھی پامال کیا۔ جنگوں کی سب سے بڑی وجہ اقتدار کی ہوس اور جاہ و حشم کا حصول ہے۔ ایسا نہ ہوتا تو حجاج بن یوسف خلافت کو بنو امیہ سے اپنے خاندان میں منتقل کرنے کی سازش کبھی نہ کرتا۔ ایک موقع پر محمد بن قاسم راج کماری سے کہتا ہے:

"میری آنکھیں کھل چکی ہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ اللہ کے نام پر قوموں پر قبضے کیے جا رہے ہیں۔ مالِ غنیمت کے نام پر لوگوں کی محنت کی کمائی لوٹی جا رہی ہے۔ عورتوں اور مردوں کو غلام بنا کر بیچا جا رہا ہے۔ یہ نہ تو قرآن کا پیغام ہے اور نہ ہی اسلام کی تعلیم ہے۔"(32)

راجکماری یوگا اور مراقبے کی عادی ہے۔ اپنے علم اور غور و فکر اور تدبر کی عادت کی وجہ سے اس کا سیاسی و سماجی شعور بھی خاصا پختہ ہے اس لیے وہ مستقبل کے بارے میں پیش گوئیاں بھی کرتی ہیں جو اکثر و بیشتر درست ثابت ہوتی ہیں۔ ایک بار مراقبے کے بعد وہ بن قاسم سے کہتی ہے:

" ہمیں جلد فرار ہونے کا کوئی طریقہ سوچنا ہو گا۔ شاید تمہارے چچا کی زندگی اب زیادہ باقی نہیں۔ مجھے اس بات کا یقین ہے کہ اگر تمہارے سر سے حجاج بن یوسف کا سایہ اٹھ گیا تو تمہاری سیاسی طاقت ختم ہو جائے گی۔ پھر شاید تم اس عہدے پر برقرار نہ رہ سکو۔"(33)

راجکماری موسیقی پر بھی دسترس رکھتی ہے۔ وہ مٹی سے ایک ساز "بوریندو" بناتی ہیں جس کی مدھر آواز سننے والے کو کسی اور دنیا میں لے جاتی ہے۔ موسیقی کے بارے میں راجکماری، بن قاسم سے کہتی ہے:

" ہماری ثقافت سر سنگیت کی ایک الگ دنیا ہے۔ اس علم کو سیکھنے کے لیے روح کی پاکیزگی ایک بنیادی شرط ہے۔ ہمارے سماج میں بہت سے بھگوان ایسے بھی ہیں جنہوں نے موسیقی سے شکتی پائی تھی اور آنند کی انتہا تک پہنچے تھے۔ اگر انسان سنگیت کے راز کو پا جائے تو راگ مجسم ہو کر اس کے سامنے آجاتے ہیں پھر وہ مجسم راگ اس موسیقار سے بنتی کرتے ہیں کہ مہاراج حکم دیں ہم آپ کے لیے کیا کر سکتے ہیں۔"(34)

راجکماری کے کردار کو ناول نگار نے بہت محنت اور محبت سے تراشا ہے۔ راجکماری سندھی تہذیب و ثقافت کا خوبصورت نمونہ ہے اور اسے اپنی تہذیب و شناخت سے بہت لگاؤ بھی ہے۔ وہ عزم و ہمت کا استعارہ ہے اور ناول کا سب سے پر کشش کردار بھی ہے اور اس ناول کا ایک انتساب بھی راجکماری کے نام ہے۔ ناول کے پلاٹ کو دیکھا جائے تو اس میں کہانی سادگی سے بیان کی گئی ہے۔ ایک کڑی

دوسری کڑی سے واضح طور پر ملی ہوئی نظر آتی ہے۔ پلاٹ میں کہیں کوئی ابہام نہیں اور نہ ہی پلاٹ کی جدید پر پیچ تکنیک اس ناول میں استعمال کی گئی ہے۔ تکنیک کے اعتبار سے یہ ناول ڈراما کے قریب دکھائی دیتا ہے۔ اور ڈراما کی طرز پر ہی ناول میں کہانی آگے بڑھانے کے لیے مکالمہ کی تکنیک کا بھرپور استعمال کیا گیا ہے۔ ڈراما کی طرز پر ہی ایک سین کے بعد دوسرا سین نظر آتا ہے۔ عموماً ایک منظر خلیفہ، حجاج ان کی لشکر کشیوں، سازشوں اور حکومتی حکمت عملیوں پر مشتمل ہے تو دوسرا منظر بن قاسم اور بنت داہر کی محبت کی کہانی کو آگے بڑھاتا ہے۔ بلکہ جنگ و جدل کی فضا میں قاری کا تجسس اور اشتیاق قائم رکھنے کے لیے پلاٹ کی یہ سیٹنگ بھلی معلوم ہوتی ہے اور قاری کی توجہ ناول میں جذب کیے رکھتی ہے۔

کسی بھی ناول میں تاثر کو ابھارنے اور تاثیر میں اضافہ کرنے کے لیے منظر کشی پر توجہ دینا ضروری ہے۔ اس ناول میں ناول نگار نے قدیم سندھ کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ بہت عمدہ ہے۔ ناول نگار خلیفہ کے خاص کمرے کا منظر یوں بناتے ہیں:

> " محل کا یہ کمرہ بازنطینی انداز میں سجایا گیا تھا، دمشق کی سردیوں سے نبرد آزما ہونے کے لیے کمرے کی وسطی دیوار کے درمیان پتھر کا آتش دان تعمیر کیا گیا تھا، جس کے اوپر خوبصورت پھولوں کی نقاشی کی گئی تھی۔ کمرے کی دیواروں پر ریشم کے فارسی قالین آویزاں تھے۔ زمین پر بربر قبائل کے بنے ہوئے نمدے بچھے تھے۔ آتش دان کے برابر میں دو کرسیاں رکھی ہوئیں تھی، جس کے سامنے ایک منقش گول میز موجود تھی۔"(35)

اس ناول کے مناظر میں یہ خوبی ہے کہ ناول نگار آسان اور سادہ زبان میں تصاویر بناتا ہے جو قاری کے ذہن میں نقش ہوتی چلی جاتی ہیں، مناظر کے بیان میں آورد کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ راجا داہر کی فوج کا ایک منظر ملاحظہ ہو:

> " مہاراجہ سینکڑوں ہاتھیوں پر مشتمل دستے کی قیادت فولادی خول میں ڈوبے ہوئے ہاتھی پر سوار ہو کر خود کر رہا تھا۔ ایک گھڑ سوار دستے کی قیادت راجکماری کر رہی تھی جبکہ ایک اور گھڑ سوار دستے کی قیادت محمد بن علافی کے ہاتھ میں تھی۔ ہاتھیوں اور اونٹوں کے پالان تیروں سے بھرے ہوئے تھے۔ ہر پالان پر دو تیر انداز سوار تھے۔ ہاتھیوں کے مہاوت لوہے کے خول پہنے ہاتھیوں کی گردنوں پر مستعدی سے سوار بیٹھے تھے۔ ہاتھیوں کے پالانوں پر تیر اندازوں کے ساتھ ایک نیزہ باز سپاہی بھی سوار تھا۔"(36)

مناظر کی سادگی اور برجستگی کی ایک نمایاں مثال حجاج بن یوسف کی سربراہی میں سندھی قیدیوں کے جلوس کی ہے جو دربار خلافت کے جانب رواں دواں ہے:

> "جنگی نقاروں اور تاشوں کے آہنگ میں اس جلوس نے دمشق کے بازاروں سے گزرنا شروع کیا۔ جلوس میں سب سے آگے حجاج کے جانباز سپاہیوں کا ایک مسلح دستہ تھا۔ اس کے پیچھے حجاج اپنے سیاہ گھوڑے پر تمکنت

کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔اس کے پیچھے دو سپاہی نیزوں پر مہاراجہ داہر اور محمد علافی کا سر اٹھائے ہوئے تھے۔ان دو نیزوں کے درمیان نقلی راجکماری تھی جس کو سرخ لباس پہنایا گیا تھا۔اس کی گردن میں ایک رسی بندھی تھی جسے ایک سپاہی نے تھاما ہوا تھا۔ راجکماری کے پیچھے بہت ساری سندھی لڑکیاں تھیں جن کے جسم کا اوپری حصہ عریاں تھا اور ان کی گردنوں میں بھی رسیوں کے طوق آویزاں تھے۔لڑکیوں کے پیچھے سندھی لڑکوں کی قطاریں تھیں جنہوں نے چوبی صندوق سر پر اٹھائے ہوئے تھے جو سندھ سے لوٹے ہوئے سونے، چاندی اور جواہرات سے بھرے ہوئے تھے۔"(37)

یہ ناول سماج میں عقیدت کی بنیاد پر شدت پسندی کے خلاف ایک مزاحمتی آواز ہے۔اس ناول میں ناول نگار سرکاری تاریخ کو رد کرتے ہوئے دھرتی واسوں کو اپنی تاریخ خود لکھنے پر اکساتے ہیں اور تاریخ کو فاتح کی بجائے مفتوح کی آنکھ سے دیکھتے ہیں۔علاوہ ازیں ناول نگار کا تاریخ اور سماج کے متعلق ایک واضح نقطہ نظر ہے۔اس کے مطابق قابض حکمرانوں کا کوئی مذہب نہیں ہوتا ان کا مذہب اور خدا فقط طاقت اور اقتدار ہوتا ہے۔وہ ظالم کی بجائے مظلوم کا ساتھ دیتے ہیں اور اپنے نظریات کا کھل کر اظہار کرتے ہیں۔اس ناول کا انتساب "مفتوح اقوام کے نام ہے" جس کے بارے میں یاسر خبیر لکھتے ہیں:

"دنیا میں ہمیشہ فاتح اور غالب قوموں کی تاریخ لکھی جاتی ہے۔ان کے نظریات مغلوب قوم پر ٹھونس دیئے جاتے ہیں۔مغلوب قوم کی تاریخ، تہذیب و تمدن، ثقافت، طور طریقے اور روایات کو اس طرح غالب قوم غائب کر دیتے ہے جس طرح پانی ریت میں غائب ہو جاتا ہے۔یہی کچھ سندھ کے ساتھ بھی ہوا۔جب عربی حملہ آور یہاں آئے تو انہوں نے اپنی تاریخ و تہذیب یہاں لا کر سندھ و ہند تاریخ اور ان کی روایات کو مٹانے کی ہر ممکن کوشش کی۔"(38)

یہ ناول سندھ جیسے بڑے خطے کی صدیوں پر پھیلی ہوئی تاریخ کو متنازع قرار دیتے ہوئے بہت سے تاریخ حقائق کو از سر نو پرکھنے کی دعوت دیتا ہے۔یہ ایک نئی علمی بحث کا آغاز ہے جو ریاستی بیانیے کے برعکس ایک متبادل تاریخ کے لیے معاون ہو گا۔دو ماہ کے قلیل عرصے میں اس ناول کا دوسرا ایڈیشن شائع ہو چکا ہے جو اس ناول کی مقبولیت کی سند ہے۔علاوہ ازیں اس ناول کا سندھی ترجمہ عبد المومن میمن نے "سند کماری" کے نام سے کیا ہے جو آزاد پبلشرز کراچی سے حال ہی میں شائع ہوا ہے۔

حوالہ جات

1۔ صفدر زیدی، بنت داہر (لاہور: عکس پبلی کیشنز، ۲۰۲۲) ص ۱۰

2۔ ڈاکٹر محمد شاکر "اردو میں تاریخی ناول نگاری (آزادی سے قبل اور آزادی کے بعد)"، (نئی دہلی، لبرٹی آرٹ پریس، 2003) ص 133

3۔ https://www.aikrozan.com/writing-historical-novel-urdu-novel-bint-dahir-safdar-zaidi/ dated 20-02-2023

4۔ صفدر زیدی، بنت داہر، ص ۱۹

5۔ ایضاً، ص ۲۱

6۔ ایضاً، ص ۲۱

7۔ ایضاً، ص ۳۱۵

8۔ مبارک علی، تاریخ سندھ عرب دور حکومت میں، حیدر آباد، سندھ ریسرچ سوسائٹی، ۱۹۸۴، ص ۲

9. https://www.bbc.com/urdu/pakistan-52540177 dated 01-09-2022

10۔ صفدر زیدی، بنت داہر، ص ۳۱

11۔ ایضاً، ص ۱۲۴۔۱۲۵

12۔ ایضاً ص ۲۵۰

13۔ ایضاً ص ۳۱۱

14۔ ایضاً، ص ۲۷

15۔ ایضاً، ص ۳۰

16۔ ایضاً، ص ۸۰

17۔ ایضاً، ص ۸۰

18۔ ایضاً، ص ۱۰۶

19۔ ایضاً، ص ۳۲

20۔ ایضاً، ص ۵۲

21۔ ایضاً، ص ۵۴، ۵۳

22۔ ایضاً، ص ۵۴

23۔ ایضاً، ص ۵۴

24۔ ایضاً، ص ۱۲۱

25۔ ایضاً، ص ۱۷۹

26۔ ایضاً، ص ۴۵

27۔ ایضاً، ص ۴۷

28۔ ایضاً، ص ۱۱۹

29۔ ایضاً، ص ۱۲۱

30۔ ایضاً، ص ۱۵۳

31۔ ایضاً، ص ۱۵۴

32۔ ایضاً، ص ۲۹۷

33۔ ایضاً، ص ۲۵۹

34۔ ایضاً، ص ۲۶

35۔ ایضاً، ص ۱۶

36۔ ایضاً، ص ۹۹

37۔ ایضاً، ص ۱۳۲

38. https://www.humsub.com.pk/502878/yasir-khabir/ dated 29-03-2023

References

1. Safdar Zaidi, *Bint-i-Dahir*, Akas Publications, Lahore, 2022, pp. 10
2. Dr. M. Shakir, *Urud main Tareekhi Novel Nigari*,Liberty Arts Press,New Delhi, 2003, pp. 133
3.https://www.aikrozan.com/writing-historical-novel-urdu-novel-bint-dahir-safdar-zaidi/ dated 20-02-2023
4. *Bint-i-Dahir*, pp. 19
5. *Ibid*., pp. 21
6. *Ibid*.,, pp. 21
7. *Ibid*.,, pp 315
8.Mubarik Ali, *Tareek I Sindh Arab Dor-i-Hakoomat main,* Sindh research society, Hyderabad,1984, p 02
9. https://www.bbc.com/urdu/pakistan-52540177 dated 01-09-2022

10. *Bint-i-Dahir*, pp. 31
11. *Ibid*., p 124-125
12. *Ibid*., pp. 250
13. *Ibid*., p 311
14. *Ibid*., p 27
15. *Ibid*., pp 30
16. *Ibid*., pp. 80
17. *Ibid*
18. *Ibid*., p 106
19. *Ibid*., pp. 32
20. *Ibid*., p 52
21. *Ibid*., pp. 53-54
22. *Ibid*., p 54
23. *Ibid*., p 54
24. *Ibid*., pp. 121
25. *Ibid*., pp. 179
26. *Ibid*., pp. 45
27. *Ibid*., pp. 47
28. *Ibid*., pp. 119
29. *Ibid*., pp. 121
30. *Ibid*., pp. 153
31. *Ibid*., pp. 154
32. *Ibid*., pp. 297
33. *Ibid*., pp. 259
34. *Ibid*., pp. 26
35. *Ibid*., pp. 16
36. *Ibid*., pp. 99
37. *Ibid*., pp. 132
38. https://www.humsub.com.pk/502878/yasir-khabir/ dated 29-03-2023